

## حضرت مولانا مفتی محمد عاصم زکی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی محمد حنیف عبدالحمید

سابق استاذ جامعہ، مہتمم مدرسہ بیت العلم

دنیا میں ہر شخص جانے کے لیے ہی آتا ہے، اس عارضی زندگی میں ہر آدمی اپنا واپسی کا سفر طے کر رہا ہے، کبھی بھی اُس کی منزل آسکتی ہے اور وہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو سکتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ نفوس جو کامیاب زندگی گزار کر اپنے رب سے جاملتے ہیں، وہ اس چند دن کی حیات میں ہی مگن ہو جانے، اس کے ساز و سامان میں دل لگا لینے کے بجائے اپنے پروردگار کے حقوق بجالاتے ہوئے رب کی مخلوق کی خیر خواہی اور خدمت کرتے ہوئے اپنی زندگی کے ایام گزارتے ہیں اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

اُن ہی عظیم لوگوں میں ہمارے دوست مفتی عاصم زکی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ مرحوم بندے کے لیے ایک ایسے دوست، ساتھی، ہمدرد اور مخلص تھے جن کے بارے میں عربی زبان کی یہ مثل ”رُبَّ أَخٍ لَّمْ تَلِدْهُ أُمُّكَ“ (جہرۃ الامثال) بجا طور پر صادق آتی ہے کہ کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو بھائی تو نہیں ہوتے، لیکن محبت، اخلاص اور خیر خواہی کے اعتبار سے بھائی جیسے ضرور ہوتے ہیں۔ آج وہ بھی ہم سے جدا ہوئے اور اپنے حقیقی رب سے جاملے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَا لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ۔

مرحوم کئی صفات و خوبیوں کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے توسط سے کئی اہل اللہ سے ملنے کی سعادت نصیب فرمائی، وہ حضرت ڈاکٹر عبداللہی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں لے جانے کا ذریعہ بنے، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات انہی کی برکت سے ہوئی، مولانا ادریس انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی مرحوم کی معیت میں جانے کی توفیق ہوئی، اللہ تعالیٰ نے مرحوم کے والد ماجد نواب زکی صاحب کو اکابر سے محبت، اُن کا ادب و احترام اور اُن سے تعلق کا بڑا وافر حصہ نصیب فرمایا ہوا تھا، اپنے گھر میں اہل اللہ کو مدعو کرنے کا بڑا اہتمام فرماتے، ہماری رہائش بھی اُن کے

علماء کا اتفاق ہے کہ علوم مرتبت زیادتی ادب پر موقوف ہے۔ (حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ)

محلہ میں تھی، ہمیں بھی بلا لیا کرتے، اس بہانے کئی اکابر سے ملاقات کا شرف نصیب ہو جاتا۔ اللہ کے نیک بندوں اور علمائے کرام سے محبت، اُن کی صحبت، اُن کی مجلسوں میں آنے جانے سے زندگی میں بڑی برکتیں نصیب ہوتی ہیں، دین کی صحیح فہم اور اُس پر عمل کرنے کا شوق، گناہوں سے بچنے کی ہمت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ گویا سچی نیت اور اخلاص کے ساتھ صالحین کی صحبت سے اللہ صلاح و نیکی نصیب فرما ہی دیتے ہیں، اسی لیے ایک شاعر کہتے ہیں:

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ  
لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقُنِي صَالِحًا

”صالحین سے مجھے محبت ہے، اگرچہ میں اُن میں سے نہیں، شاید کہ اللہ اس سچی محبت کی بنا پر صلاح و نیکی نصیب فرمادے۔“

شاید اہل اللہ کی یہی صحبت و محبت تھی جس کا اثر اُن کی عبادات، معاملات اور معاشرت میں نمایاں طور پر محسوس ہوتا، بات چیت میں بھی الفاظ کا استعمال سوچ سمجھ کر کیا کرتے، الفاظ و جملوں کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیتے، ایک بار بندے نے کہا کہ گاڑی میں بیٹھ جائیں، آپ کو چھوڑ دوں، اس پر فرمانے لگے کہ لفظ ”چھوڑنا“ گری پڑی چیزوں کے لیے استعمال ہو تو زیادہ مناسب ہے۔ ہمیں اس کے بجائے یوں کہنا چاہیے کہ ”پہنچا دوں“۔ ہم بھی نیت کریں کہ اپنی بول چال میں اس بات کا خیال رکھیں گے کہ:

۱:- ”اپنے بیٹے کو مدرسہ/ اسکول چھوڑنے جا رہا ہوں“ کے بجائے ”پہنچانے جا رہا ہوں۔“

۲:- اپنے بڑوں سے ”چھوڑ کر آ جاؤں“ کے بجائے ”پہنچا کر آ جاؤں“ جیسے جملے استعمال

کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو کئی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد: ”أَذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَانِكُمْ“ (سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۶۹۲، حدیث نمبر: ۴۹۰۰، دار الفکر) پر عمل کرتے ہوئے موصوف کی چند خوبیوں کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱:- مسجد، مدرسہ کی چیزوں کا خوب خیال رکھنا

مفتی عاصم زکی مسجد، مدرسہ کی معمولی سے معمولی چیز کا بھی خوب خیال رکھتے تھے کہ یہ امانت کا مال ہے، بڑا اہتمام فرماتے کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی بے کار استعمال نہ ہوتی رہے، کہیں کوئی پیکھا، لائٹ بے مقصد جلتی نظر آتی تو اُس کو بند کرنے کی فکر فرماتے، مسجد سے نکلتے وقت وضو خانہ میں کہیں کوئی

بے ادب، خالق و مخلوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

کوئی نکلا کھلا ہوتا تو اُس کو بند فرماتے کہ مسجد کا پانی ضائع نہ ہو جائے۔ بندے نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو شخص پانی کے اسراف سے بچتا ہے اللہ اُس کے وقت میں، مال میں برکت عطا فرمادیتے ہیں۔ مرحوم میں یہ خوبی بہت اعلیٰ درجہ کی تھی کہ وہ اسراف سے بہت بچتے تھے۔

اللہ تعالیٰ تو ان چھوٹے چھوٹے سے کاموں کی بھی قدر فرماتے ہیں، کیا معلوم انسان کی کون سی نیکی کام آجائے، پھر مسجد و مدرسہ کی خدمت، اُن کی چیزوں کا خیال رکھنا تو دین کی خدمت ہے، ہر مسلمان کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے حسب استطاعت مسجد و مدرسہ کی اشیاء کی نگہبانی کرنی چاہیے اور اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ یہاں کی بجلی ہو یا پانی یا کوئی اور چیز ضائع نہ ہونے پائے۔

### ۲:- کسی کو اذیت نہ پہنچے

مولانا کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اُن کو اس بات کا بڑا احساس رہتا کہ اُن کا کوئی عمل کسی کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے، اُن کی ذات راحت رساں تو ہوسر رساں نہ ہو، معمولی سے معمولی کاموں میں بھی اس بات کا دھیان رکھتے۔ مسجد سے نکلتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلاتے کہ چپل آہستہ سے زمین پر رکھی جائے کہ آواز نہ آئے، ایک بار بندے نے عام طور سے چپل زمین پر رکھی تو فرمانے لگے کہ: ایک بزرگ نے یہ ادب سکھلایا کہ چپل اوپر سے پھینکیں گے تو ا:۔ مٹی اُڑے گی، ۲:- آواز آئے گی، ۳:- اور اذیت ہوگی، لہذا چپل، جوتے وغیرہ کو آہستگی سے زمین پر رکھنا چاہیے۔

ہمیں بھی اس بات کا خوب دھیان رکھنا چاہیے۔ بسا اوقات صحن جو جوتے اُتارنے کی جگہ سے متصل ہو وہاں کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اُس کی عبادت میں خلل بھی پیدا ہوتا ہے۔ ہم تجربہ کر کے دیکھیں، جب چپل پہننے کے لیے اوپر سے پھینکی جائے تو ایک بھدی آواز پیدا ہوتی ہے جو بہت ناگوار محسوس ہوتی ہے۔ الغرض اس بات کی کوشش ہو کہ ہمارے منہ سے نکلنے والا بول، ہمارے اعضاء سے ہونے والا کام کسی کی اذیت، کلفت، دل آزاری و دل شکنی کا ذریعہ نہ بنے، ہماری ذات اپنے گھر والوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں غرض ہر فرد کے لیے سکون و راحت کا باعث ہو، گویا ہماری زندگی اس شعر کا مصداق بن جائے:

تمام عمر اسی احتیاط میں گزری  
کہ آشیاں کسی شاخِ چمن پہ بار نہ ہو

### ۳:- معاملات کو سلجھانا

مولانا کو اللہ نے بڑا میٹھا لہجہ عطا فرمایا تھا، اُن کو معاملات سلجھانے اور اُن کو بگڑنے سے

خالق کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

بچانے کی بڑی خوبی اللہ نے نصیب فرمائی ہوئی تھی، مولانا کا لہجہ ایسا نرم، لطیف اور خوشگوار ہوتا تھا کہ غصہ سے بھرا ہوا شخص بھی اپنا غصہ بھول بیٹھتا۔

ایک بار دارالافتاء میں ایک خاتون آئیں اور اپنا جواب استفتاء مانگنے لگیں، کسی وجہ سے اُن کا جواب استفتاء تیار نہیں ہو سکا تھا، اُن کو جواب دیا گیا کہ ابھی تیار نہیں ہے، خاتون کو غصہ آ گیا، ناراض ہونے لگیں، مفتی عاصم صاحبؒ دور بیٹھے ہوئے تھے، دریافت فرمایا کہ: کیا معاملہ ہے؟ خاتون کہنے لگیں کہ تین بار آ چکی ہوں، اگلے ہفتے، اگلے ہفتے کا وقت دیا جا رہا ہے، ابھی تک جواب نہیں ملا۔ مفتی صاحبؒ نے ایک جملہ فرمایا: ”خالہ! معاف فرمادیجیے۔“ اس بات کا کہنا تھا کہ خاتون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور وہ مطمئن ہو گئیں۔

اس واقعہ سے یہ سبق ملا کہ بسا اوقات انسان غصہ میں ہوتا ہے، اُس کا دل بھرا ہوا ہوتا ہے، ایسی حالت میں وہ ہمارے سامنے آئے، ہمارے ادارے میں داخل ہو تو کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اُس کو آپے سے باہر نہ ہونے دیا جائے، اور ہم خود بھی اُس کے غصہ، سخت لہجہ، برا بھلا کہنے کی وجہ سے آپے سے باہر نہ ہوں، بلکہ صبر و تحمل سے کام لے کر معاملہ کو سلجھانے کی سعی کی جائے، اُس کی بات کو جواب دینے کے بجائے سمجھنے کی نیت سے تحمل کے ساتھ سنا جائے، قرآن کریم و احادیث طیبہ میں اس طرح کی صورت حال میں ایسے ہی برتاؤ کی تلقین و ترغیب دی گئی ہے اور اس طرزِ عمل کا یہ فائدہ اور انعام بتایا گیا کہ جس سے دشمنی بھی ہو اور دشمنی کے باوجود اُس کے برے سلوک کا جواب حسن سلوک سے دیا گیا تو وہ: ”كَانَہٗ وَلِیًّا حَمِیْمًا“.... ”ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نرم لہجے، مخاطب کی بات کو اچھی طرح سننے اور برے سلوک کا جواب اچھے سلوک سے دینے والی عمدہ صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے والا بنائے۔

#### ۴:- جھگڑوں سے دور رہنا

مولانا عاصم صاحبؒ کو بزرگوں کی صحبت کی برکت سے معاملات کا تقویٰ بھی خوب حاصل تھا، بندے کو اُن کی زندگی میں بارہا اس بات کا مشاہدہ ہوا کہ جہاں کہیں کوئی اختلاف والی بات ہوتی، جھگڑے کا اندیشہ ہوتا، شوریٰ کے ممبر ہوتے اور کام ہوتا نظر نہ آتا تو وہاں سے خاموشی سے اپنے آپ کو الگ کر لیتے، جھگڑوں سے دامن بچاتے ہوئے حسن تدبیر کے ساتھ اس طرح ہجر جمیل اختیار فرماتے کہ دین کے کام پر بھی کسی طرح آنچ نہ آنے پائے اور خود بھی خوش اسلوبی اور دعاؤں کے ساتھ رخصت ہو جائیں۔ اپنا دفاع بھی نہ کیا کرتے کہ میں تو ممبر ہوں، میری بات کو مانا جائے، مجھے فلاں

فلاں اختیارات حاصل ہیں کہ اس طرح بسا اوقات معاملات سنبھلنے کی بجائے مزید بگڑ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں بھی اپنے بڑوں سے مشورہ کر کے یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے کہ ”سَرَا حًا جَمِيلًا“ پر عمل کرتے ہوئے احسن طریقے سے اپنے آپ کو الگ کر لیں، لیکن جھگڑے کا ذریعہ نہ بنیں کہ جھگڑے دلوں میں دوری، رنجش اور نفرت کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور تشہد کے بعد یہ دعا بھی مانگتے رہیں جو نبی کریم ﷺ کی بڑی دعا کا ایک حصہ ہے: ”اللَّهُمَّ اَلْفُ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَاصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا.“ (مسند حاکم، ج: ۱، ص: ۳۶۰، حدیث نمبر: ۷۹۹)

### ۵:- خوب دیکھ بھال کر اشیاء خریدنا

مولانا کی ایک خوبی یہ تھی کہ کوئی چیز خریدتے تو اچھی طرح چھان پھٹک کر لیا کرتے، سرسری انداز سے احتراز فرماتے، خریدتے وقت چیزوں کو خوب دیکھتے بھالتے، گویا نہ دھوکہ دیتے، نہ دھوکہ کھاتے۔ بچپن میں ہمیں پودے رکھنے کا شوق تھا، مولانا کے ساتھ پودے لینے جانا ہوتا تو خوب کھگال کر قیمت طے کرتے، اچھی طرح معلومات حاصل کرتے، پھر مناسب قیمت پر سودا کرتے، جب اداروں کی ذمہ داری اُن پر آئی تو یہی طرز عمل اُن کا رہا، ادارے کے لیے اشیاء کی خریداری میں بھی خوب جانچ پڑتال فرما کر معاملہ کرتے، ٹھیکیداروں کو تعمیرات کا ٹھیکہ دینے میں بھی خوب احتیاط سے کام لیتے۔

مرحوم کی یہ ایسی صفت ہے جو ہمیں اپنے اندر بھی اور اپنے متعلقین اور ماتحت ساتھیوں میں پیدا کرنی چاہیے کہ مومن بڑا عقل مند اور حاضر دماغ ہوتا ہے، خرید و فروخت کا معاملہ ہو یا کوئی اور معاملہ ہو، ایک صاحب ایمان شخص خوب سوچ سمجھ کر مکمل معلومات حاصل کر کے عقل مندی سے کام لیتا ہے، کسی بھی صورت حال میں غائب دماغی اور سرسری رویہ سے اجتناب کرتا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے ایک موقع پر فرمایا:

”بعض طلباء غلہ بے تولے پنساری کو دے دیتے اور بے تولے لے لیتے، ایک مرتبہ ان طلباء سے فرمایا کہ: ایک ترازو خرید لو، تاکہ دھوکہ نہ کھا سکو، کیونکہ دھوکہ کھانا بے وقوف کی علامت ہے۔“

(ملفوظات حکیم الامت، جلد: ۱۳، ملفوظ نمبر: ۱۱۳)

ایک دوسرے موقع پر ہرقل کے دربار میں حضرت عمرؓ کے ایک سفیر سے سوال و جواب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”ہرقل نے حضرت عمرؓ کے سفیر سے دریافت کیا کہ تمہارے خلیفہ کے اخلاق کیسے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہمارے امیر المؤمنین کا مختصر حال یہ ہے کہ: ”لَا يَسْخَدُ عٌ وَلَا يُخَدَعُ“، ہرقل ان جملوں کو

جس میں ادب نہیں، اس میں سب برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ (حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

سن کر ششدر اور حیران رہ گیا اور دربارِ عام میں یہ بات کہی کہ: ان کے خلیفہ وقت میں یہ دو صفتیں ہیں کہ نہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں، جو دلیل ہے ان کے دین کی، نہ کسی کے دھوکہ میں آتے ہیں، جو دلیل ہے اُن کی عقل کی۔ سو جس میں یہ دو باتیں جمع ہوں گی، ساری دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ (ملفوظات حکیم الامت، جلد: ۲، ملفوظ نمبر: ۲۹۹، جلد: ۱۳، ملفوظ نمبر: ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اندر سنجیدگی، احتیاط، توجہ، دھیان، حاضر طبعی و حاضر دماغی کے ساتھ اپنے کاموں کو انجام دینے کی صفت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## ۶:- نماز باجماعت اور ادعیہ مسنونہ کا اہتمام

مفتی عاصم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں باجماعت نماز کا خصوصی اہتمام فرمایا کرتے تھے، کوشش فرماتے کہ مسجد کی جماعت چھوٹے نہ پائے، ایسا وقت بھی اُن کی زندگی میں آیا کہ بیماری کی وجہ سے اُٹھنا بھی مشکل ہوتا اُس وقت بھی باجماعت نماز کی فکر اُن پر سوار رہتی، جیسے ہی طبیعت سنبھلتی مسجد میں باجماعت نماز کے لیے تشریف لے آتے، کچھ حالات خراب ہوئے اور اکیلے نقل و حرکت میں احتیاط کی تاکید کی گئی، تب بھی مسجد کی باجماعت نماز ترک نہ ہونے دیتے اور گارڈ کے ہمراہ مسجد تشریف لاتے۔

مولانا سعید احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی اس بات کا خوب اہتمام دیکھا کہ سفر ہو یا حضر، راحت ہو یا تھکاوٹ، کوشش ہوتی کہ مسجد کی جماعت کسی طرح مل جائے، بعض ممالک میں گرمی شدید ہوتی اور عصر کی نماز جلدی ہو جایا کرتی، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ قیلوہ مختصر کر کے اہتمام سے مسجد میں باجماعت نماز کو یقینی بناتے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تم کسی آدمی کو دیکھو: ”يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ“ (وَفِي رِوَايَةٍ ”يُعْتَادُ“): (سنن ترمذی) کہ وہ باقاعدگی سے مسجد آتا جاتا ہے، مسجد آنا جانا اُس کا لگا رہتا ہے: ”فَأَشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيمَانِ“ (حوالہ سابقہ) ”تو سمجھ لو کہ وہ پکا مومن ہے۔“ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ صفت نصیب فرمائیں اور مسجد سے ہمارا مضبوط تعلق قائم فرمادیں۔

اسی طرح مفتی عاصم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسنون دعاؤں و وظائف کو بھی اہتمام سے مانگا کرتے تھے، فرض نمازوں کے بعد نماز کے بعد کے اذکار کی پابندی فرماتے اور پورے بدن پر دم کر لیا کرتے۔ ادعیہ ماثورہ کی پابندی سے انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور انسان اپنے رب کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

## ۷:- درود اور فکرِ خلق

مولانا کو اللہ نے خلق خدا کے حوالے سے بڑا درود عطا فرمایا تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے حوالے

سے بڑی فکر فرماتے تھے، اُن کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ فرماتے، پریشانیوں میں اُن کا تعاون کرتے، تسلی دیتے، پریشان حال لوگوں کو نمازوں میں مسجد بلا لیا کرتے، اُن کی راہنمائی فرماتے، دم کر دیتے، اُن کو دعاؤں کی جانب متوجہ کرتے، فون پر بھی لوگوں کی پریشانیاں سنتے، نماز کے بعد لوگ اکثر معلوم کرتے کہ مفتی عاصم زکی صاحب کون ہیں؟! گا ہے بگا ہے بندے کو کہتے کہ فلاں مولوی صاحب، فلاں عالم صاحب کو کام پر لگانا ہے، مناسب جگہ ہو تو اُن کو رکھ لیں۔ آسمانی آفات و حوادث میں بھی لوگوں کی مدد میں پیش پیش رہتے، اپنے ملک میں ہوں یا بیرون ملک میں، مرحوم وہاں پہنچتے، جو کچھ بن پڑتا اپنی طرف سے، اپنے ساتھیوں کی طرف سے خیر خواہی فرماتے۔ الغرض مرحوم ایک مونس و غم خوار انسان تھے، اُن کی کوشش ہوتی کہ جس طرح بن سکے، لوگوں کے دکھوں و غموں کا مداوا کر سکیں، کسی مصیبت زدہ انسان کے کام آجائیں۔

اپنے متعلقین کی بھی خوب خبر گیری رکھتے، کوئی بیمار ہو یا کسی معاملہ میں پریشان اُس کے حال احوال لیتے، دور ہوتا تو فون پر خیر خیریت دریافت فرماتے، اپنی طرف سے ہر ممکن اُس کی مدد کی کوشش کرتے، کوئی دعا تلقین فرما دیتے۔ بندے کی میر پور خاص کے ایک سفر میں مولانا عبداللہ میر پوری (جو ہمارے اور مفتی عاصم زکی صاحب کے ساتھیوں میں سے ہیں) سے ملاقات ہوئی، اُس وقت مفتی صاحب علیہ السلام تھے، بندے نے اُن کے لیے دعا کی درخواست کی تو مولانا عبداللہ صاحب ایک واقعہ سنانے لگے کہ مجھے جب دل کی بیماری لاحق تھی تو بغرض عیادت مفتی عاصم صاحب کا فون آیا، خیر خیریت لینے کے بعد فرمانے لگے کہ: ہمارے استاذ جی مفتی ولی حسن ٹوکئی دل کی بیماریوں کے لیے یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمایا کرتے: ”يَا قَوِيُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِي وَ قَلْبِي“. مرحوم کی یہ ایک اعلیٰ خوبی تھی کہ اپنے دوستوں کی بیماری پر بھی فکر مند ہو جاتے اور اُن کے لیے اُن کی بیماری کو رب سے تعلق میں اضافہ کا ذریعہ بنا دیتے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے، اُن کی خدمات کو قبول فرمائیں اور اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ کسی کے انتقال پر یہ دعا مانگ لینی چاہیے کہ اے اللہ! جو ان میں بھلائیاں تھیں وہ ہمیں بھی عطا فرما دیجیے اور جن برائیوں سے آپ نے انہیں بچایا ہوا تھا اُن سے ہمیں بھی بچالیجیے۔

